Research Journal
Tahqeeqat

جلد:5، شمارہ:1، 2026ء

eISSN: 2791-0342
pISSN: 2791-0334

ریسرچ جرنل
تحقیقات

جدید اردو ناول میں اساطیر

Mythology in Modern Urdu Novel

Rana Hannan Mahmood
PhD Scholar Department of Urdu,
University of Education, Lahore
rana.hannan@uon.edu.pk

رانا حنان محمود
پی ایچ۔ڈی اسکالر شعبہ اردو یونی ورسٹی آف ایجوکیشن، لاہور

Dr. Muhammad Irfan Ahsan Pasha
Assistant Professor Department of Urdu University of Education, Lahore
irfan.ahsan@ue.edu.pk

ڈاکٹر محمد عرفان احسن پاشا
اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو یونی ورسٹی آف ایجوکیشن، لاہور

Abstract

Mythology is a great source of inspiration, it interprets about the creation of the world, human and nature, it is also pointing out the thunder, rain and many more natural disasters. It shows the stories about religious activities and worship style of different religion. It also provides the moral lessons, traditional and cultural values. The history of mythology is as old as human. Mythological stories are the integral part of Urdu short stories. However, these stories have least contribution in Modern Urdu novel accordingly. The real essence of mythology is considered as an important phenomenon in Urdu literature of Subcontinent. In twenty-first century, history is witnessed about the plenty of mythological references and endorsements related to Indian and Pakistani Modern Urdu novels. This research article is consisted in a strong critical analysis and multiple related references of different mythological Urdu novels of contemporary era. This study of mythology will be proved very productive for future researchers and will open different gateways for Modern Urdu Novel in positive manners.

Keywords: *Mythology, Urdu Literature, Mythological Urdu Novel, Twenty-first Century, Modern Novel.*

کلیدی الفاظ: اساطیر، اردو ادب، اساطیری اردو ناول، اکیسویں صدی عیسوی، جدید اردو ناول

کائنات کی ابتدا سے لے کر آج تک اسطورہ کسی نہ کسی کہانی کی شکل میں موجود ہے۔ وقت بدلنے کے ساتھ ساتھ اسطورہ نے بھی اپنے معنی و مفاہیم میں اضافہ کیا ہے۔ جہاں تک کائنات اور انسان کے بارے میں صرف قیاس کیا جا سکتا ہے کہ اس کی ابتدا کب ہوئی ٹھیک اسی طرح اسطورہ کے بارے میں بھی صرف قیاس ہی کیا جا سکتا ہے۔ آدم و حوا، ہابیل و قابیل قدیم کہانیوں کا حصہ ہیں جب کہانی کی ابتدا ہوئی تو اساطیر کا بھی ظہور ہونا شروع ہو گیا۔ انسان کی ابتدا اور ارتقا کی کہانیاں زندگی کے مختلف واقعات سے جڑی ہوئی ہیں اور ان کہانیوں کا تعلق سچ اور جھوٹ سے نہیں بلکہ انسانی عقائد سے ہے۔ جس کا ظاہری طور پر فلسفہ منطق اور سائنس سے کوئی تعلق نہیں بلکہ دور دور کا واسطہ نہیں لیکن انسان کا عقیدہ ان تمام کہانیوں کے بارے میں راسخ ہے۔ اساطیر کے دائرہ کار میں ایسی کہانیاں آتی ہیں جن پر انسان من و عن یقین کرتا ہے مثلاً مظاہر فطرت آگ کے عذاب، پتھروں کی بارش وغیرہ، ان کا تعلق مذہبی اساطیر سے ہے۔

OPEN ACCESS HEC DRJI ISSN INTERNATIONAL STANDARD SERIAL NUMBER INTERNATIONAL CENTRE اشاریہ اردو جرائد EuroPub

زبان کے اعتبار سے اسطورہ عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مادہ "س ط ر" ہے جمع کے لیے اساطیر مستعمل ہے۔ اساطیر کے لیے دو اہم اصطلاحات "دیو مالا" اور "علم الاصنام" مستعمل ہیں جو اردو اور ہندی پر اثر رکھتی ہیں انگریزی میں لفظ (Myth) استعمال ہوتا ہے۔ اساطیر کے لیے (Mythology) کی اصطلاح مستعمل ہے۔ اساطیر کی جتنی بھی تعریفیں سامنے آئی ہیں ان میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ مختلف زبانوں کے اندر اساطیر کی تعریف کی متضاد حیثیت نظر آتی ہے، یہی وجہ ہے کہ اساطیر کے فہم میں بہت پیچیدگی پیدا ہوگئی ہے اساطیر کے ماہرین نے مختلف علم و فن کے ذریعے اساطیر کو سمجھانے کی کوشش کی ہے۔

اگر بیسویں صدی کی بات کی جائے تو اساطیر ایک فلسفے کی صورت نظر آتی ہے مذہبی، تہذیبی اور عمرانی تناظرات میں اس کی اہمیت بہت زیادہ ہے لیکن اس کے باوجود یہ اپنے لغوی معنی کے لحاظ سے وہیں پر موجود ہے اس میں کوئی تبدیلی رونما نہیں ہوئی۔ ایسے قصوں یا کہانیوں کو اساطیر کہا جاتا ہے۔ جس میں عوامی اور ثقافتی ہیروز اور خداؤں کو مافوق الفطرت تاریخی اور مذہبی حوالوں سے پیش کیا جاتا ہو اس سلسلے میں مختلف محققین نے اس کی تفہیم اور شرح کے لیے مختلف بیانات پیش کیے ہیں جن کو سامنے رکھتے ہوئے اساطیر کو سمجھنے کے لیے آسانی پیدا ہو سکتی ہے۔ ابن منظور اپنی کتاب "لسان العرب" میں یوں رقم طراز ہیں:

> "ولاسا طیر: الا باطیل، ولا طیر، احادیث لا نظام لها واحد اسطارة بالکسر، اسطیرو اسطیرة واسطورو اسطورة، بالضم ۔ وقال قوم: اساطیر جمع الاسطار جمع السطرو قال ابوعبیده: جمع السطر ثم جمع اسطر علی اساطیر وقال ابوالحسن : لاواحد له، وقال اللحیاتی : واحد الاسطیر اسطورة واسطیرو اسطیرة الی العشرة ، قال ویقال سطرو جمیع الی العشرة اسطاراً ، ثم اساطیر جمع الجمع۔"(1)

"المنجد" میں اساطیر کے ذیل میں درج ہے:

> "الاسطورة: قصہ۔ حکایت (ج) اساطیر۔"(2)

فرہنگ فارسی خرد کے مؤلف م۔ سعیدی پور لکھتے ہیں:

> "اسطورہ: ضم همزه و فتح راء۔ (ع) افسانہ، حکایت۔ (ج) اساطیر بمعنی افسانہ ها"(3)

فرہنگ فارسی عمید:

> "اساطیر (ع) جمع اسطوره و جمع الجمع سطر، افسانہ ها سخن هائے بے ہودہ، قصہ هائے دروغ، داستان هائے اغراق آمیز، دربارۂ، خدایان و پہلوانان کہ از زمانہ هائے قدیم باقی ماندہ،

علم اردو لغت میں وارث سرہندی کے اساطیر کے معنی یہ لکھتے ہیں:

> "اساطیر اسطورہ کی جمع قصے، کہانیاں، کہاوتیں"(4)

اردو لغت (تاریخی اصول پر) میں درج ہے:

> "اسطور / اسطورہ: افسانہ، کہانی، دیو کتھا، متھ۔"(5)

جامع اللغات:

"اساطیر جمع اسطارات، قصے، کہانیاں۔"(6)

فرہنگِ عامرہ:

"اساطیر، اسطورہ و اسطور کی جمع، افسانہ، کہانی۔"(7)

قومی انگریزی اردو لغت میں:

"اسطور: اسطورہ، دیومالا، داستان، Myth، دیوتاؤں کی کہانی، ایسی روایت یا کہانی جس میں دیوتاؤں یا دیگر روحانی ہستیوں، ان کی اپنی اصل، ابتدائی تاریخ اور ان سے منسوب شہ زوروں یا دنیا کی اصل کے بارے میں عقائد شامل ہیں۔ عام معنوں میں-----خیالی قصہ، افسانہ۔"(8)

"اردو انسائیکلوپیڈیا از فیروز سنز" میں اساطیر کے حوالے سے لکھا ہے:

"علم اساطیر ضمیات، دیومالا کسی قدیم تہذیب کے دیوی دیوتاؤں اور فوق البشر سورماؤں کی داستانوں کا مطالعہ جنھیں خرافات سے تعبیر کیا جاتا ہے"۔(9)

اردو جامع انسائیکلوپیڈیا میں درج ہے:

"اسطورہ (جمع اساطیر) عام معنوں میں فوق الفطرت واقعات اور دیوی اور دیوتاؤں کی کہانیاں ہیں"(10)

انسائیکلوپیڈیا آف برٹینیکا میں اساطیر کی تعریف یوں بیان ہوئی ہے:

"Myth is a collective term used for one kind of symbolic communication and specifically indicates one basic form of religious symbolism. As distinguished from symbolic behavior cult ritual and symbolic places are objects such as template and icons Myth in the trural is specific accounts concerning goals are superhuman beings and extraordinary immerse or circumstances Hindi time that is all together different from that of ordinary human experience(11)".

دیومالائی میں ایسی کہانیاں آتی ہیں جن کا تعلق گزرے ہوئے وقت سے ہے ان پر گزرے ہوئے انسانوں کے افکار و جذبات کا سایہ نظر آتا ہے یہ کہانیاں دور جدید کے انسان کے لیے اس سہارے کا کام دیتی ہیں جس سہارے سے انسان کی تہذیب و ثقافت اپنے پاؤں پر کھڑی ہے جہاں تک ان قصوں اور کہانیوں میں دل کشی کا عنصر پایا جاتا ہے وہاں داستانوی ماحول کی خوشبو بھی نظر آتی ہے۔ یونانی دیوتاؤں کے جادو، پریوں اور شہزادوں کی کہانیاں، اڑتے ہوئے تخت، اڑن کھٹولے جیسے ڈرامائی منظر، جانوروں کی شکل میں روح نما ہونے والے مختلف کردار، پرندوں کی مدد سے انسان کا اپنے مقاصد کو حاصل کرنا اساطیری کہانیوں کے بنیادی اوصاف ہیں۔

اکیسویں صدی کے پاکستانی ناول کی بات کی جائے تو اکیسویں صدی کے اردو ناول میں انڈو پاک کے علاوہ یونانی اور دیگر تہذیبوں کے دیوتاؤں کا ذکر بھی کثرت سے ملتا ہے اس حوالے سے پاکستانی ناولوں کے اندر کیوپڈ، ایڈی پیس، سورج دیوتا، لات و منات، عزاء، دیوی الات، بیل دیوتا، اگنی

دیوی، کرشن، تری مورتی، رام،سیتا، سوریا، بھگوان اور دیگر ہندو مذہب کے دیوی دیوتا شامل ہیں۔ اس مضمون میں دیومالائی کا جائزہ لیتے ہوئے جدید اردو ناولوں کو زیر بحث لایا جائے گا اور ان پر اسطورہ کے حوالے سے مفصل گفت گو جائے گی یہ ایسے ناول ہیں جن میں صفات و مقام کے ساتھ ساتھ اساطیری حوالوں کو بہترین انداز کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔

دیومالائی میں پہلا نام کیوپڈ(رومی اساطیر)سامنے آتا ہے جس کا حوالہ ناول "بیلہ" سے ملتا ہے رومی اساطیر میں محبت کا دیوتا "کیوڈ" نام سے جانا جاتا ہے جسے محبت کی دیوی "وینس" کے بیٹے کی شناخت کے طور پر جانا جاتا ہے اسے انتہائی خوبصورت دکھایا گیا ہے تیر اور کمان کا ماہر بتایا گیا ہے، اس کے چلائے ہوئے تیروں سے دلوں میں محبت کا جذبہ پروان چڑھتا ہے اس کے اولین نقش "ہسیاڈ" کی تحریروں میں ملتے ہیں وہ ہمیشہ تیروں کے ذریعے محبت کی اگ کو ہوا دیتا ہوا نظر آتا ہے۔ یہاں ناول نگار نے جذبہ محبت کو موضوع بتاتے ہوئے اس سے متعلقہ اساطیری کہانی کو بھی دلیل کے طور پر پیش کیا ہے۔

سکندریائی شعرا اور آرٹسٹوں کی اگر بات کی جائے تو ان کے زیر اثر کے "کیوڈ" انسانی خصوصیات کا حامل نمونہ نظر آتا ہے وہ شریر ضرور ہے لیکن پرانے زمانے کا ایک طاقتور دیوتا ہے "کیوڈ" کے حوالے سے "آغا گل" اپنے ناول "بیلہ" میں لکھتے ہیں:

> "قدیم یونانی کہتے ہیں کہ وینس کا بیٹا کیوپڈ اندھا ہے، وہ محبت کا تیر چلاتا ہے تو وہ دلوں سے گزر جاتا ہے۔ دونوں محبت کرنے لگتے ہیں۔ چونکہ دیوتا اندھا ہے دیکھتا ہی نہیں کہ کسے کس سے محبت ہونی چاہیے، لہٰذا محبت اندھی ہے۔Love اور Lust کا فرق بھی طے نہ کیا جاسکا۔"(12)

جدید اردو ناول میں ایسے نام ملتے ہیں جنہیں کائنات کی تخلیق کے اولین دیوتاؤں میں شمار کیا جاتا ہے سومیر "آن" نام سے جانے جاتے ہیں اور انہیں آقا اور دیوتا کے والد کی حیثیت حاصل ہے "دیوی نمو"(قدیم سمندر)"آن" اور زمین کی دیوی کی ماں تھی جس کی صحبت سے کئی ایک دیوتا پیدا ہوئے مختلف سومیری اساطیر کے مطابق "آن" ان کی خالق تھی اس نے انسانوں کو غلام بنا دیا۔ دیومالائی کا ذکر ناول "مٹی کے خدا" میں علامتی طور پر نظر آتا ہے جس میں مصنف نے اساطیری مقام اور حیثیت کو ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے یا اس کی نشاندہی کرنے کی کوشش کی ہے "گلزار ملک" کے ناول "مٹی کے خدا" سے اس حوالے سے مثال ملاحظہ ہو:

> "ان قدیم زمانوں میں جب آسمان کو زمین سے الگ کیا گیا ان راتوں میں جب آسمان کو زمین سے الگ کیا گیا. تن مہ دیوی) دایہ(کے ہاتھوں زمینی دیوتاؤں کے لیے خادم پیدا ہوئے, پھر اس پیدائش کے شکرانے میں اس دھرتی پر غلام زادوں کی ہزارہا نسلوں نے خدمت گزاری کی عظیم مثالیں رقم کی اور اپنے پیدا کیے جانے کا خراج ادا کیا۔ لیکن اے زمین کے دیوی دیوی دیوتاؤں سنو اب کے نہیں۔۔۔ غلامی مزید نہیں ہم انسان تمہارے لاشے کا بوجھ مزید اٹھانے سے قاصر ہیں۔۔۔ انسانی نسلیں اب مزید غلام زادے پیدا نہیں کریں گی اے تن مہ دیوی (دایہ) تمہاری خدمت گزاری کا شکریہ نمو اولین سمندر کی دیوی ماں سنو ہم۔۔۔۔۔ اب ہمیں ہر طرح کی زنجیروں سے آزادی چاہیے اور ایک ایسی ہی آزاد دھرتی بھی۔ مادی دانش کے دیوتا ان کی! اب تو بھلے ہمارے عہد، لاجورد کو پتھر پھوڑ سنگریزے بنادے۔"(13)

تھیبز کا بادشاہ "لائس" اور "جو کاسٹا" کا ایک بیٹا تھا اسے ڈیلفائی کے دارالاستخارہ نے متنبع کیا تھا کہ اس کا بیٹا اسے ختم کر دے گا اپنے مقدر سے مقابلہ کرنے کی غرض سے وہ نومولود بچے کے پاؤں باندھ کر ایک پہاڑ کی پشت پر چھوڑ جاتا ہے لیکن ستم ظریفی دیکھیے کہ ایک گیدڑ بچے کو بچا لیتا ہے اور وہ چلتے چلتے بادشاہ "پولی لیس" کے پاس پہنچتا ہے جو اس کا نام "ایڈ پیس" رکھ دیتا ہے جس کے معنی ہیں (سوجا ہوا پاؤں) اور اسے بیٹوں کی طرح پالتا ہے جب ایک کہانت میں یہ کہا گیا کہ وہ اپنے باپ کو مارے گا تو وہ کورنتھ سے چلا گیا ترک سکونت اختیار کر لی اور سرگردانی کے دوران اس کا مقابلہ بادشاہ "لائس" اور اس کے لوگوں سے ہوا "ایڈ پیس" سمجھا کہ یہ ڈاکو ہیں جو انہیں لوٹنا چاہتے ہیں تو اس نے انہیں مار ڈالا یوں نادانستہ طور پر کہانت بھی پوری ہو گئی اہل تھیبز کو اس بات کی تسلی تھی کہ بادشاہ ڈاکوؤں کے ہاتھوں مارا گیا ہے لہذا بطور انعام "ایڈ پیس" کو اپنا بادشاہ مان لیا اور "جو کاسٹا" کو جو ملکہ تھی اس کی بیوی بنا دیا گیا کئی سال زندگی انہوں نے اکٹھی گزاری یہ جانے بغیر کہ وہ ماں بیٹا ہیں تب ایک وبا پھوٹی اور کہانت میں بتایا گیا کہ "لائس" کے قاتل کو سزا ملنی چاہیے "ایڈ پس" کو پتہ چلا کہ اس نے نہ جانتے ہوئے اپنے باپ کو قتل کیا "جو کاسٹا" نے اپنے ہی بیٹے کے ساتھ سونے پر مایوس ہو کر خودکشی کو ترجیح دی دوسری طرف "ایڈ پیس" کو جب ماں کی خودکشی کا پتہ چلا تو اس نے اپنی انکھیں پھوڑ ڈالی اور تخت و تاج کو چھوڑ دیا، اس اساطیری کہانی کو "گلزار ملک" نے اپنے ناول "مٹی کے خدا" میں اشاراتی صورت میں استعمال کیا اور علامتی انداز میں اس معاشرے پر منطبق کیا۔ وہ دیگر اساطیری حوالے فراہم کرتے ہوئے "ایڈ پیس" کی طرف آتے ہیں اور "ایڈ پیس" کی مذکورہ بالا اساطیر کو یوں بیان کرتے ہیں:

"یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ سوفوکلیز کا ایڈ پیس ہو جو اپنے گناہ کی پاداش میں اس ویرانے میں بھٹک رہا ہو۔"(14)

یہاں ایڈ پیس علامتی سطح پر انسان کے بدلتے کردار کو پیش کرتا ہے۔ زئیس یونانیوں کا مطلق دیوتا تھا، ایک نہایت طاقت ور معبود جو کوہِ اولمپس کی چوٹی پر بیٹھ کر انصاف کرتا تھا۔ اسے فانی اور غیر فانی ہستیوں دونوں کا باپ مانا گیا۔ زئیس آسمان اور موسم کا دیوتا تھا لیکن امن و امان، شہر اور گھر داری سے بھی منسلک تھا۔ یونانی عبادت خانے کے متعدد لوگ زئیس کے ماتحت تھے اور کوئی بھی طاقت میں اس کی ہمسری نہیں کر سکتا تھا۔ زئیس کی بیوی اور ملکہ "ہیرا" عورتوں اور شادی کی دیوی تھی البتہ زئیس دیگر شادیوں اور معاشقوں کے ذریعے بھی کئی بچوں کا باپ بنا۔ یونانی اسطورہ اور مذہب نے زئیس کو مطلق قوت کے طور پر اجاگر کیا۔ لیکن وہ انصاف کا منبع بھی تھا۔

جدید پاکستانی ناول نگاروں میں مرزا اطہر بیگ ایک اہم نام ہے ان کا ناول "غلام باغ" اگرچہ تہذیبی و تاریخی پس منظر رکھتا ہے مگر اس کے ساتھ ہی اس ناول میں وسعتِ مطالعہ کے ساتھ ساتھ اساطیری حوالے بھی ملتے ہیں۔ اُنھوں نے یونانی دیوتاؤں کا بھی مطالعہ کیا اسی لیے ان کو اپنے ناول میں پیش کرتے ہیں لیکن ایک بات قابلِ ذکر ہے کہ وہ کسی بھی اسطورہ کو مکمل تفصیل سے بیان کرنے کے درپے نہیں ہوتے بلکہ اس کا اشاراتی تعارف دیتے ہیں اور مفصل آگاہی قاری پر چھوڑتے ہیں یوں یہ خوبی کوزے میں سمندر بند کرنے کے مترادف ہوتی ہے۔ اپنے ناول غلام باغ میں ایسی ہی اساطیری صورتِ حال کو پیش کرتے ہوئے وہ زئیس کا بھی حوالہ دیتے ہیں۔ مثال ملاحظہ ہو:

”Delphiکا Oracle بھی کیا ایسے ہی بولتا ہو گا۔ نہیں Delphi کا اوتار تو مرد نہیں کوئی عورت تھی۔ مکالماتِ افلاطون میں نئے مکالمات کا اضافہ ہو رہا ہے۔ آخر یہ افلاطون ہی کیوں میرے ذہن سے چپک گیا ہے۔ ہزاروں سال پہلے بھی تو ان علاقوں میں کچھ گورے اپنے تولیدی مادے بکھیر گئے تھے۔ ہو سکتا نے غدر کی داستان سب جھوٹ ہو سکندر کے فوجی بھی تو۔۔۔ جب کہ چٹاسائیں اپنی شباہت میں آسانی سے یونانی خداؤں کا والد صاحب Zeus دیو تا بھی تو ہو سکتا ہے مگر یونانی ہی کیوں۔؟“(15)

"سفنکس" یونانی دیو تاؤں میں سے ایک دیو تا ہے جو نصف خاتون اور نصف شیر ہے۔اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس کو عہدِ جدید کے انسان کے کردار پر منطبق کرتے ہوئے گلزار ملک اپنے ناول ”مٹی کے خدا“ میں رقم طراز ہیں:

”اگر ایسے ہی سمجھ لیا جائے تو پھر یقیناً سفنکس ((Sphinix) جو آدھا جانور اور آدھا انسان ہے وہ بھی اس کہانی میں کہیں نہ کہیں اپنا وجود رکھتا ہو گا اور اگر وہ اس معمے کو حل کر لیتا ہے تو کیا دھرتی ظلم سے بھی اس آفت کی طرح اٹھ جائے گا۔“(16)

پاکستانی اردو ناولوں میں ایسی موضوعات کم کم نظر آتے ہیں۔اکیسویں صدی کی تیسری دہائی کے اردو ناول موضوعاتی اعتبار سے قابلِ ذکر ہیں۔ایسا ہی ایک ناول حنا جمشید کا ”ہری یوپیا“ ہے جس میں انھوں نے ہڑپا کی تہذیب کو کہانی کا حصہ بنایا ہے اس ناول میں ہڑپائی تہذیب اور دیوی دیو تاؤں کی پیش کش کا انداز بہت خوبصورت ہے ایسے دیو تاؤں میں ایک اہم دیو تا جو ناول میں جابجا نظر آتا ہے سورج دیو تا ہے جس کی پو جا کے حوالے موجود ہیں۔سورج دیو تا قدیم تہذیب میں زندگی، طاقت، روشنی کی علامت ہے۔مختلف اساطیری روایات میں اس کو دیو تا مان کر پوجا گیا اور اس سے وابستہ کہانیاں انسانی شعور، فطرت کا عکس ہیں۔یونانی اساطیر میں "ہیلیوس" کو سورج دیو تا کہا جاتا تھا جب کہ مغربی تہذیب میں سورج دیو تا کو "را"(Ra) کہا جاتا ہے۔"را" دن کے وقت آسمان کی بلندیوں میں محو سفر رہتا ہے.اور رات کو زیرِ زمین تاریکی کی قوتوں سے لڑتا ہے۔سورج کا طلوع ہونا، تخلیق ہونا اور غروب ہونا موت اور از سرِ نو پیدائش کی علامت ہے۔قدیم ایران میں سورج کی روشنی کو پاکیزگی اور روحانی بیداری کی علامت مانا جاتا تھا۔پاکستانی ناول میں سورج دیو تا کی پیش کش کے حوالے سے حنا جمشید کے ناول ”ہری یوپیا“ کا نام لیا جا سکتا ہے جس میں سورج دیو تا اور اس سے متعلقہ معلومات میسر آتی ہیں۔مصنفہ اس دیو تا کے سامنے رقص کا منظر پیش کرتے ہوئے لکھتی ہیں:

”دیوی، دیو تاؤں کے ساتھ ساتھ جب مقدس سورج اور ایراوتی کے پانیوں کی پوجا کی گئی تو ساہنی کی بانسری نے ایک بار پھر درد بھری بانسری کی لے سے معبد کا ماحول ہی بدل ڈالا۔“(17)

ایک اور جگہ سورج دیو تا کی پوجا اور شکتی کے حوالے سے لکھتی ہیں:

”یہ میلے کا مبارک آغاز ہے، جس کے بعد مقدس رقص میں داسیاں دیو تاؤں کی خوشنودی کے بھجن گاتی ہیں اور رقص کرتی ہیں۔ تمام پجاری مقدس پروہت کے ساتھ اپنے بڑے منکوں کی مالائیں جپتے ہوئے مقدس معبد میں آنے والے ہر یاتری کے من کی مرادوں اور آتما کی شانتی کی پراتھنا کرتے ہیں“(18)

جدید اردو ناول "غلام باغ" میں مرزا اطہر بیگ سورج دیوتا کو ایک انوکھے انداز میں پیش کر کے معاشرتی مسائل کے ساتھ جوڑتے ہوئے نئے رنگ میں پیش کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

"اسے بھی ان گوروں نے ہی ایک نام دیا ہوا ہے۔ ہیٹ اسٹروک یا سن سٹروک۔۔۔ مگر میں اسے سورج کا بلاوا کہتا ہوں۔
جب سورج دیوتا اپنے پیاروں کو پاس بلانے کے لیے کچھ خصوصی اقدامات کرتے ہیں۔"(19)

یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ سورج دیوتا کا اسطورہ کسی ایک دیوتا کے لیے نہیں بلکہ شمسی دیوتاؤں میں آتون، حورس، آمون، ہیلیوس، اپالو، سول، سویتا، اوتھ وغیرہ کے لیے مستعمل ہے ان کی نہ صرف پوجا کی جاتی رہی ہے بلکہ ان سے متعلقہ تہوار بھی منائے جاتے ہیں۔ ہمارے ادب اور عالمی ادب میں سورج اکثر باپ، حاکم یا روحانی راہنما کے استعارے کے طور پر استعمال ہوا ہے جو اساطیری روایت کا تسلسل ہے۔

اردو ناول میں "اگنی دیوی" کا اساطیری حوالہ موجود ہے اگنی دیوی بیماریوں سے شفا کی علامت تصور کی جاتی ہے جس کا اظہار اے۔ حمید کے ناول چمپا کلی میں ہوتا ہے اس ناول میں چمپا کلی پر جب مشکل وقت آتا ہے اور اسے کوڑھ کا مرض ہو جاتا ہے تو کوئی بھی اس کے پاس آنے سے کتراتا ہے تو اسے نجات کے لیے "اگنی دیوی" کے سپرد کرنے کی تجویز دی جاتی ہے۔ اے حمید لکھتے ہیں:

"بوڑھی عورت کہنے لگی۔
مہاراج! میرا خیال ہے کہ چمپا کلی کو اسی حالت میں اگنی دیوی کے شعلوں کے سپرد کر دیا جائے اس طرح اس کے ساتھ بیماری بھی جل کر راکھ ہو جائے گی۔"(20)

ہندو ازم کے خداؤں میں "تری مورتی" بنیادی اہمیت کی حامل ہے جس میں تین دیوتا برہما (خالق)، وشنو (محافظ) اور شیو (فنا کرنے والا) شامل ہیں۔ ان کی محبوبائیں بھی ساری ہندو اسطوریات میں مرکزی حیثیت رکھتی ہیں۔ یہ تینوں قوتیں الگ الگ دکھائی دیتی ہیں کبھی کبھی ایک جسم اور تین سر کے ساتھ دکھائی جاتی ہیں۔ ہندوستان میں تثلیث کا عقیدہ قدیم زمانے سے چلا آ رہا ہے۔ ان کی مقدس کتابوں میں لکھا ہے کہ یہ تینوں دیوتا ایک ہیں۔ مہیش نام سے وشنو کا دل کا اور وشنو برہما کا دل ہے۔ پاکستانی ناولوں میں ہندو ازم کی اساطیری جھلک نظر آتی ہے۔ خاص طور پر جو ناول تاریخی اور تہذیبی حوالہ رکھتے ہیں۔ ناول "چمپا کلی" کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

"تم بھول گئے ہو کہ تری مورتی یعنی برہما، ویشنو اور شیو دیوتاؤں کا تصور آریا قوم اپنے ساتھ لے کر آئی تھی۔ موہنجوڈرو اور ہڑپہ کے دراوڑ لوگ شو، ویشنو اور برہما ایسے دیوتاؤں سے نا آشنا تھے۔"(21)

صفدر زیدی شمار اردو کے جدید ناول نگاروں میں ہوتا ہے۔ انہوں نے قدیم تہذیب کو اپنے ناولوں کا موضوع بنایا ہے اور قدیم مذاہب کو بھی اپنے ناولوں میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان کا ناول "بنتِ داہر" محمد بن قاسم کی سندھ آمد اور راجا داہر کی بیٹی بنتِ داہر سے عشق کی داستان بیان کرتا ہے مگر ساتھ ہی اس عہد کی تہذیبی روایت کو بھی اجاگر کرتا ہے۔ اقتباس ملاحظہ ہو:

"راجکماری نے بن قاسم کا جواب سن کر کہا:
ایشور نے برہما کو منتخب کر کے تخلیق کا کام سونپا،
وشنو کو کائنات کے انتظام کا اور شنکر کو تباہی و بربادی کا۔"(22)

ہندو دھرم کے ماننے والے لکشمی دیوی کی پوجا کرتے ہیں اور اپنی خوش حالی اور ثروت مندی کے لیے اس کی پرا تھنا کرتے ہیں جس کا اظہار جدید اردو ناولوں میں بھی ملتا ہے۔ اشعر نجمی کے ناول "صفر کی توہین" میں "لکشمی دیوی" کی طرف یوں اشارہ کیا گیا ہے:

> ”ہر سال دیوالی میں میرا باپ لاٹری ٹکٹ خریدنا نہیں بھولتا تھا۔ جس دن وہ ٹکٹ خریدتا، اس دن سے رزلٹ آنے تک روزانہ لکشمی دیوی کی چھوٹی سی مٹی کی مورتی کے سامنے وہ گھٹنوں ہاتھ جوڑے کھڑا رہتا۔ اسے لگتا ہے کسی دن لکشمی اس پر تو ترس کھا کر جیک پاٹ Jackpot ہٹ کرا دے گی لیکن وہ دن کبھی نہیں آیا۔ مٹی کی مورتی کے سامنے رکھا ہوا گھی کا چراغ جلتا رہا اور میرے گھر کا چولھا بجا رہا۔“(23)

یہاں مصنف دراصل ہندوازم کے اعتقادی معاملات کی قلعی کھولتے ہیں اور مورتی پوجا کی حقیقت آشکار کرتے بھی دکھائی دیتے ہیں۔ ہندو دیومالا میں "سرسوتی دیوی" برہما کی محبوبہ اور دانش، علم، سائنس، آرٹ، تربیت اور فصاحت کی دیوی، موسیقی کی سرپرست اور سنسکرت و دیوناگری حروف تہجی کی موجد ہے۔ سرسوتی کو ایک نوجوان دوشیزہ کی شکل میں پیش کیا گیا جس کا رنگ گورا اور چار بازو اور ہاتھ ہیں۔ دائیں والے ایک ہاتھ میں ایک پھول ہے۔ وہ اپنے شوہر کو پیش کر رہی ہے۔ دوسرے ہاتھ میں کھجور کے پتوں کی ایک کتاب یعنی وہ علم سے محبت کرتی ہے۔ ایک بائیں ہاتھ میں اس نے موتیوں کی مالا شیومالا پکڑ رکھی اور دوسرے میں چھوٹی سی ڈھولکی۔ راج کماری کی علمی حیثیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اشعر نجمی لکھتے ہیں:

> ”جنم کنڈلی کے مطالعے کے بعد شائید نجومیوں کی یہ رائے بھی تھی کہ راجکماری کے سر پر علم کی دیوی سرسوتی سایہ فگن رہے گی۔ بظاہر گفتگو توراج کماری کیا کرے گی لیکن حقیقت میں کلام سرسوتی دیوی کا ہوگا۔“(24)

ہندوازم کے دیوتاؤں میں مافوق الفطرت ہستیوں کے ساتھ ساتھ جانوروں کو بھی دیوتاؤں کی حیثیت حاصل ہے۔ کچھ جانور ایسے بھی ہیں جو قدیم تہذیبوں اور مذاہب میں بھی مقدس مقام و مرتبہ کے حامل ہیں جن کو ادبی تخلیقات کا موضوع بنایا گیا ہے۔ ایسے جانوروں میں بیل قابلِ ذکر ہے جس کے شبیہیں وادی سندھ کے متعدد مہروں پر ملتی ہیں۔ وہ پتا دیتی ہیں کہ قدیم ترین دور سے ہندوستان میں بیلوں کو سماجی مذہبی اہمیت حاصل تھی۔ ویدک دنیا میں بیل مردانگی، قوت، طاقت، جارحیت اور لڑنے کی قوت کی نمائندگی کرتے ہیں۔ اے حمید بیل کو دیوتا کی حیثیت سے متعارف کراتے ہیں اور اس کی پوجا کے حوالے سے اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ”پرتھوی دیوی کے مندر میں چمپا کلی کے غائب ہونے کے بعد کنڈلا نے اس کی گدی سنبھال لی تھی۔ سر اس نے پہلے ہی منڈوا ڈالا تھا۔ اس خیال سے کہ موہنجوداڑو کے بیل دیوتا کا سالانہ جشن قریب آرہا ہے اور اس موقع پر ہزاروں کی تعداد میں یاتری آئیں گے۔“(25)

اے۔ حمید کے ناول ”چمپا کلی“ کے دونوں مرکزی کردار ناگ اور ناگن ہیں اور ناگن کو چمپا کلی کے نام سے موسوم کیا گیا۔ دونوں کی اساطیری کہانی اس ناول کا موضوع ہے۔ ناول میں ناگ، ناگن اور ناگ دیوتا کے ان گنت حوالے ملتے ہیں۔ ناگ کے عمر رسیدہ ہونے کے بعد انسانی صورت میں کایا پلٹنا اور پھر واپس ناگ کی صورت میں تبدیل ہونا اس ناول کی اساطیری کہانی ہے۔ ناگ دیوتا برصغیر کی اساطیری روایت میں ایک نہایت قدیم، پیچیدہ اور معنی خیز تصور نہیں۔ ناگ کو محض ایک جانور نہیں بلکہ طاقت، حفاظت، زرخیزی، اسرار اور کائناتی توانائی کی علامت سمجھا جاتا ہے۔

"پروہت طاق کے پاس گیا اور سوم رس کا ایک کٹورا بھر کر کلائی کا سانپ ہاتھ میں پکڑ لیا۔ وہ لڑکی کے پاس آ کر تخت پوش پر بیٹھ گیا اور بولا۔ یہ سانپ ناگ دیوتا کا سیوک ہے۔"(26)

قدیم ویدک ادب سے عصرِ حاضر کے جدید ادب تک دیوتاؤں سے متعلق اساطیری کہانیاں موجود ہیں۔ ایلیڈ، اوڈیسی، مہابھارت اور دیگر ادبی تخلیقات میں ان گنت مثالیں ملتی ہیں۔ ناول اگرچہ حقیقت کی عکاسی ہے مگر حقیقت کو بیان کرنے کے لیے بسا اوقات علامتی وسائل سے بھی کام لینا پڑتا ہے۔ اس صورت میں ناول نگار مافوق الفطرت عناصر اور دیومالائی عناصر کی شمولیت سے اپنی کہانی کو مزید آگے بڑھاتے ہیں۔ اس دور کے دیوی دیوتاؤں سے منسوب کارناموں کو مذہبی اہمیت وحیثیت کے طور پر پیش کرتی ہیں۔ وہ لکھتی ہیں:

"ان کے لیے ابھایا اس قصے کا ایسا مرکزی اساطیری کردار تھا۔ جسے دیوتاؤں نے اس دن انھیں محفوظ رکھنے کے لیے بھیجا تھا۔ اب دیوتا اپنے میلے کی حفاظت خود نہیں کریں گے تو اور کون کرے گا۔ ریشم کو بھی اغوا کنندگان سے دیوتاؤں نے اسی وقت کے لیے چھڑایا تھا۔ وہ ایک دوسرے کو یہ قصہ خوب بڑھا چڑھا کر بیان کرتے اور ہر بار اس میں ایک دو باتیں اضافی شامل کر دیتے۔"(27)

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ دیوتاؤں سے منسوب کہانیاں بھی تبدیل ہوتی نظر آتی ہیں اور ان سے منسوب اساطیری حوالے بھی اپنی اہمیت کھو دیتے ہیں۔ دیوی دیوتاں کے اختیار واقتدار کی حدبندی کی طرف تشکیلی اشارہ مستنصر حسین تارڑ کے ناول "منطق الطیر جدید" میں ملتا ہے۔ تارڑ کا یہ ناول اساطیری رنگ رکھتا ہے۔ پورا ناول پرندوں کی اساطیر سے ممیز ہے۔ وہ دیوی دیوتاؤں کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"ان کی خدائی جغرافیائی حدود میں محدود تھی۔ یوں تو اسے خود بھی دیوتائی کا دعویٰ تھا لیکن پانچ دریاؤں کی یہ سرزمین پر ذات خود دیوی دیوتاؤں کے معاملے میں نہ صرف خود کفیل تھی بلکہ اس کے بہت سے دیوی دیوتا زمانہ گزرنے سے متروک ہوتے جا رہے تھے۔"(28)

اردو ناول میں ناول نگاروں نے اساطیر پر کئی ایک حوالوں سے گفت گو کی ہے اور اس دور جدید میں اسطورہ کو ایک نئے بیانیے کے ساتھ بیان کرنے کی کوشش کی ہے اس مضمون میں ایسے ناولوں کا اساطیری مطالعہ پیش کیا گیا ہے جن میں دیومالائی حوالے موجود ہوں۔ جدید اردو ناول میں اساطیر اصل معنویت کے ساتھ ساتھ علامتی طور پر بھی نظر آتے ہیں۔ اس صدی کے اردو ناول میں قدیم سے جدید تک تمام تہذیبوں کے دیوی، دیوتاؤں اور دیگر اساطیری حوالوں کا موجود ہونا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آج کے اس جدید دور میں جو ناول لکھا جا رہا ہے اس میں کسی نہ کسی صورت اساطیری رنگ موجود ہے اور یہی رنگ قدیم تہذیب کو جدید تہذیب سے جوڑتے ہوئے اسطورہ کی نئی معنویت قائم کرتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حوالہ جات

1۔ ابنِ منظور (مؤلف)، لسان العرب، دارِ صادر بیروت، الحمد الرابع، س۔ن، ص ۳۶۳

۲۔ المنجد، دار الاشاعت، کراچی، ۱۹۶۷ء، ص ۷۰

۳۔ م۔ سعیدی پور (مؤلف)، فرہنگِ فارسی خرد، انتشاراتِ سکندری، س۔ن، ص ۲۳

۴۔ وارث سرہندی، علمی اردو لغت، علمی کتاب خانہ، لاہور، ۲۰۱۵ء، ص ۹۸

۵۔اردو لغت (تاریخی اصول پر) (جلد اول)، ترقی اردو بورڈ، کراچی، ۱۹۷۹ء، ص ۱۰۸

۶۔خواجہ عبدالمجید، جامع اللغات (جلد اول)، اردو سائنس بورڈ، لاہور، ۱۹۸۹ء، ص ۱۶۲

۷۔محمد عبداللہ خویشگی، فرہنگِ عامرہ، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۹ء، ص ۲۹

۸۔جمیل جالبی، ڈاکٹر، قومی انگریزی اردو لغت، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۹۲ء، ص ۱۲۹۲

۹۔اردو انسائیکلوپیڈیا، فیروز سنز، لاہور، ۱۹۸۴ء، ص ۷۰۳

۱۰۔اردو جامع انسائیکلوپیڈیا (جلد اول)، شیخ غلام علی سنز، لاہور، ۱۹۸۹ء، ص ۹۵

11.The New Encyclopedia of Britannica, Unversity of Chicogo, USA, 1975, V:12 , p 793

۱۲۔آغا گل، بیلہ مہر در انسٹی ٹیوٹ آف ریسرچ اینڈ پبلی کیشنز، کوئٹہ، ۲۰۰۳ء، ص ۷۷

۱۳۔گلزار ملک، مٹی کے خدا، مثال پبلشرز، فیصل آباد، ۲۰۲۲ء ص ۱۷

۱۴۔ایضاً، ص ۱۲

۱۵۔مرزا اطہر بیگ، غلام باغ، سانجھ پبلی کیشنز، لاہور، بارِ پنجم ۲۰۱۸ء، ص ۱۷۶

۱۶۔گلزار ملک، مٹی کے خدا، ص ۱۷،

۱۷۔حنا جمشید، ہری یوپیا، مکتبہ جدید پریس، لاہور، ۲۰۲۲ء، ص ۲۳۸

۱۸۔ایضاً، ص ۱۷۷

۱۹۔مرزا اطہر بیگ، غلام بیگ، ص ۳۷۰

۲۰۔اے حمید، چمپا کلی، القریش پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۴ء، ص ۲۵۴

۲۱۔اے حمید، چمپا کلی، ص ۲۳

۲۲۔صفدر زیدی، بنتِ داہر، فکشن ہاؤس، لاہور، ۲۰۲۴ء ص ۱۷۵

۲۳۔اشعر نجمی، صفر کی توہین، فکشن ہاؤس، لاہور، ۲۰۲۲ء ص ۳۳

۲۴۔ایضاً، ص ۱۹

۲۵۔اے۔حمید، چمپا کلی، ص ۲۳۰

۲۶۔ایضاً، ص ۵۱

۲۷۔حنا جمشید ہری یوپیا، ص ۲۴۴

۲۸۔مستنصر حسین تارڑ، منطق الطیر جدید، سنگِ میل پبلی کیشنز،، لاہور، ۲۰۰۸ء ص ۷۶

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Roman Havalajat

1.Ibn Manzur (author), Lisan al-Arab, Dar Sadir Beirut, Fourth Edition, n.d, p 3631

2. Al-Munjid, Dar Al-Isha'at, Karachi, 1967, p 70

3. M. Saeedi Pour (author), Farhang-e Farsi Khurd, Sekandari Publications, n.d, p 23

4. Waris Sarhandi, Ilmi Urdu Lughat, Ilmi Kutub Khana, Lahore, 2015, p 98

5. Urdu Lughat (Historical Principles) (Volume 1), Taraqqi Urdu Board, Karachi, 1979, p 108

6. Khawaja Abdul Majid, Jami-ul-Lughat (Volume 1), Urdu Science Board, Lahore, 1989, p 162

7. Muhammad Abdullah Khweshgi, Farhang-e Amira, Muqtadra Qaumi Zaban, Islamabad, 1989, p 29

8. Jameel Jalibi, Dr., Qaumi English-Urdu Lughat, Muqtadra Qaumi Zaban, Islamabad, 1992, p 1292
9. Urdu Encyclopedia, Feroz Sons, Lahore, 1984, p 703
10. Urdu Comprehensive Encyclopedia (Volume 1), Sheikh Ghulam Ali Sons, Lahore, 1989, p 95
11. The New Encyclopedia of Britannica, University of Chicago, USA, 1975, V:12, P793
12. Agha Gul, Bila Mehrdar Institute of Research and Publications, Quetta, 2003, p 77
13. Gulzar Malik, Mati Ke Khuda, Misal Publishers, Faisalabad, 2022, p 17
14. Ibid., p 12
15. Mirza Athar Baig,15 Ghulam Bagh, Sanjh Publications, Lahore, Fifth Edition 2018, p 176
16. Gulzar Malik, Gods of Mud, p 17
17. Hina Jamshed, Hari Utopia, Maktaba Jadeed Press, Lahore, 2022, p 238
18. Ibid., p. 177
19. Mirza Athar Baig, Ghulam Baig, p 370
20. A. Hameed, Champa Kali, Al-Quraish Publications, Lahore, 2014, p. 254
21. A. Hameed, Champa Kali, p 23
22. Safdar Zaidi, Bint-e-Dahar, Fiction House, Lahore, 2024, p 175
23. Ash'ar Najmi, Safar Ki Tauheen, Fiction House, Lahore, 2022, p 33
24. Ibid, p 19
25. A. Hameed, Champa Kali, p 230
26. Ibid, p 51
27. Hina Jamshed, Hari Utopia, p 244
28. Mustansar Hussain Tarar, Mantaq-ut-Tair Jadeed, Sang-e-Meel Publications, Lahore, 2008, p 76